

"پاکستان کا سپاہی"

دل دکھتا ہے صاحب، دل دکھتا ہے۔ کیا لکھاری صرف نوحہ لکھنے کیلئے رہ گئے ہیں۔ قومی سطح پر خوشی کی کوئی خبر عرصہ دراز سے نہیں سنی گئی۔ پھر رہ کیا جاتا ہے۔ ماتم در ماتم۔ ہر جانب سے صرف ایسی حرکات کے متعلق معلوم ہوتا ہے جس سے ملک کو پیہم نقصان پہنچ رہا ہے۔ نتیجہ میں رہ کیا جاتا ہے۔ قذافی کا بالآخر کیا کرے۔ وہی درج کریگا جو ہو رہا ہے۔ دل تھام کر بتائیے۔ کیا ان دس برس میں ظالمانہ حد تک قرضے نہیں لیے گئے۔ کیا صرف کمیشن کیلئے جفا داری ترقیاتی پروگرام نہیں شروع کیے گئے۔ کیا ملکی معیشت کو ایک مربوط پالیسی کے تحت بر باد نہیں کیا گیا۔ مگر کوئی بھی ذمہ داری لینے کو تیار نہیں۔ سیاسی جماعتیں اور نہ ہی منصوبہ ساز گروہ۔ سب ملائی کھا کر مغربی ملکوں میں بس چکے ہیں یا سارا خاندان منتقل کر چکے ہیں۔ پھر پیچھے رہ کون جاتا ہے۔ عسکری قوت اور عدلیہ۔ جب سارا کام انکے گلے پڑ جاتا ہے اور وہ تھوڑی سی حرکت کرتے ہیں تو ایسی ہا ہا کار مچتی ہے کہ خدا کی پناہ۔ کیا یہ جائز سوال نہیں کہ اگر زرداری اور نواز شریف کی حکومت ڈیم بنانے کی طرف توجہ دیتی تو کیا چیف جسٹس کو اتنے مشکل کام میں ہاتھ ڈالنے کی ضرورت پڑتی۔ کیا ان دونوں سیاستدانوں سے نہیں پوچھنا چاہیے کہ نئے آبی ذخائر بنانے میں کیا امر مانع تھا اور دنیا کی مہنگی ترین بجلی کے کارخانے لگانے کا کیا جواز تھا۔ پر اب ہر طرف شور مچایا جا رہا ہے کہ چیف جسٹس اپنے اختیار سے تجاوز کر رہا ہے۔ درست ہے کہ دنیا میں کسی چیف جسٹس نے ڈیم نہیں بنوائے۔ مگر پوچھیے تو سہی کہ آپ لوگ کھربوں روپے کی کرپشن کرتے رہے۔ اقتدار کو پیسہ بنانے کی مشین بنا ڈالا، مگر قومی مفاد کسی منصوبہ پر توجہ نہیں دی۔ کیا صرف یہی الزام ان بحری قذاقوں کو سزا دلوانے کے قابل نہیں۔ ذاتی مفاد کے تحت ہر غلط کام کیا گیا اور وہ بھی جمہوریت کے نام پر۔ حد تو یہ ہے کہ پالتو دانشور بھی برابر لکھ رہے ہیں کہ بھلا چیف جسٹس کا ڈیم سے کیا تعلق۔ اتنے زیادہ پیسے کہاں سے جمع ہونگے۔ اتنا زیادہ سرمایہ کہاں سے آئیگا۔ مگر یہ لوگ ہمارے قومی ضمیر اور ذہن کو ہیچ سمجھ کر سب کچھ کہہ رہے ہیں۔ معاشی دہشت گردوں کے ساتھ منسلک بیوپاری جانتے ہی نہیں کہ اگر اس قوم کو یقین ہو کہ پیسے مانگنے والے کی نیت اور ساکھ درست ہے تو چند ہفتوں میں خزانہ بھر دیں گے۔ ایک ڈیم تو کیا، ہم دس ڈیم بنا لیں گے۔ چیف جسٹس کے اس اقدام کی مکمل تائید ہونی چاہیے۔ عرض کرونگا کہ چیف جسٹس کو چاہیے کہ اس بڑے کام میں چھوٹے بچوں کو شامل کرے۔ ننھے منے بچے اپنی پاکٹ منی سے پیسوں کا انبار لگا دیں گے۔ ثاقب نثار کو چاہیے کہ اپنی ترجیح میں ان پھولوں اور کلیوں کو صف اول میں رکھیں۔ جس دن ثاقب نثار سکولوں میں چلا گیا، بچے اس مالی کمپرسی کو فنانڈ کریں گے۔ اسی طرح تمام زکوٰۃ، صدقات اور خیرات صرف اور صرف اسی فنڈ میں جمع ہونے چاہئیں۔

اگر مستقبل کے وزیر اعظم کی اخلاقی اور مالیاتی ساکھ اچھی ہوئی تو آبی ذخائر بنانے کیلئے بیرونی امداد کی ضرورت نہیں رہے گی۔ شرط صرف اور صرف یہ ہے کہ وزیر اعظم کی ذات بذات خود ایماندار ہو۔ ورنہ بیس برس پہلے کی سکیم "قرض اتارو، ملک سنوارو" کے چر کے تازہ ہو جائیں گے۔ قدرت کے نظام سے بھرپور امید ہے کہ ہمارا گلا وزیر اعظم ایک بہترین بین الاقوامی ساکھ کا حامل ہوگا۔ سیاسی چور اور ڈاکو اس طریقے سے عام لوگوں کے سامنے برہنہ ہوئے ہیں کہ انکے قریبی ساتھی بھی انکی دیانت کے متعلق کچھ نہیں کہہ

سکتے۔ پیرس، لندن کی جائیدادیں تو صرف دیباچہ ہیں۔ اگر کسی نے دس سے بیس برس کی کرپشن کی کتاب کھولی تو ہر صفحہ پر معاشی دہشت گردی کے کالے حروف درج نظر آئینگے۔ معصوم سے چہرے بنا کر اب الیکشن جیتنا ناممکن ہو چکا ہے۔ ان لوگوں کو تو ابھی صرف معمولی سی گرم حرارت پہنچی ہے۔ جب بے لاگ احتساب کا سورج سوانیزے پر ہوگا، تو پھر کیا ہوگا۔ ذرا سوچیے۔ ابھی ہلکی سی گرمائش لگی ہے تو طاقتور ترین خاندان کے لوگ ایک دوسرے پر دھوکہ دہی اور فریب کے الزامات لگا رہے ہیں۔ ایک دوسرے کی نیتوں پر بھرپور شک کیا جا رہا ہے۔ تین دن پہلے لاہور میں جو کچھ ہوا، وہ افسوسناک تو ہے مگر کیا اس سے آپ کو یہ نظر نہیں آیا کہ "برادران یوسف" کی اصطلاح کے زمینی معنی کیا ہیں۔ ابھی تو گرفتار طوطے بولنے کا قصد کر رہے ہیں۔ اسکے بعد کیا ہوگا۔ تین دن سے تو یہ لگ رہا ہے کہ لوہے کے بنے ہوئے لیڈران دراصل مٹی کے بنے ہوئے تھے۔ تکلیف کے پہلے امتحان میں انکے مٹی کے پاؤں پانی میں محلول ہو گئے۔ اب تو یہ اپنا بیج نظر آتے ہیں۔ تھوڑے دنوں میں یہ صرف اور صرف فریادی ہونگے۔ یہ قانون قدرت ہے۔ جو اٹل ہے۔ جو مستقل ہے۔

آبی ذخائر سے آگے بڑھیے۔ ریاستی اداروں پر قیامت کی تنقید ہو رہی ہے۔ فوج، آئی ایس آئی اور ان سے منسلک اداروں کو ولن بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ چلیے، بحث کی خاطر ایک پل کیلئے مان لیجئے کہ ریاستی ادارے آنے والے الیکشن میں فعال ہیں۔ دلیل کے طور پر عرض ہے کہ 1985 سے لیکر آج تک ایک الیکشن بتائیے، جن میں ان لوگوں کا کردار نہ ہو۔ ویسے یہ کردار تو اب مہذب ممالک میں بھی ہے۔ اس نکتہ کی دوسری طرف آئیے۔ اگر الیکشن کمیشن کو اپنی استطاعت پر اعتماد ہے تو پولنگ سٹیشن پر فوج کی تعیناتی کی کیوں درخواست کر رہی ہے۔ کیا صرف یہ درخواست ادارے کی کمزوری اور ضعف کو سامنے نہیں لے آئی۔ اگر سول اداروں میں اتنی طاقت ہے تو الیکشن خود کروائے۔ فوج کو مت بلائے۔ مگر حقیقت تو یہ ہے کہ دس برس کے جمہوری عذاب نے سول اداروں کو ختم کر دیا ہے۔ ہر اہم مقام پر ایسے سرکاری بونے بٹھا دیے گئے ہیں جو سب کچھ کر سکتے ہیں۔ صرف اور صرف اپنا کام اور ذمہ داری پوری نہیں کر سکتے۔ کیا فوج کے سربراہ نے الیکشن کمیشن کو کوئی درخواست کی تھی کہ ہمارا ادارہ الیکشن میں کام کریگا۔ ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں۔ پورا ملک جانتا ہے کہ عسکری اداروں نے یہ سب کچھ حکومتی مطالبہ پر کیا ہے۔ پھر عجیب بات یہ بھی ہے کہ چند مخصوص جماعتیں جنہیں الیکشن میں اپنی ہار نظر آ چکی ہے، شور مچا رہی ہیں کہ انہیں غیر جمہوری قوتیں ہر رہی ہیں۔ بھئی اگر دس برس میں آپ نے عام آدمی کے کام کیے ہیں، انہیں عزت دی ہے، انکے مسائل حل کیے ہیں تو پھر ڈر کس بات کا۔ مگر خوف ان زمینی خداؤں کو اپنے کیے ہوئے مظالم کے رد عمل سے ہے۔ یہ اندر سے جانتے ہیں کہ اس دہائی میں انہوں نے نا انصافی کی چھری سے میرٹ کو قتل کیا ہے۔ لوگ ان سے ڈرتے تھے۔ کیونکہ یہ ہر عزت دار کو بے عزت کروانے کا ہنر جانتے ہیں۔ لیکن اب عام لوگوں میں یہ خوف کافی حد تک ختم ہو چکا ہے۔ لہذا اچھی ہوئی نفرت سامنے آرہی ہے۔ یہ چند خاندان جانتے ہیں کہ وہ اس عوامی نفرت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لہذا دھاندلی، پری پول رنگ اور دیگر ادنی الزامات سے الیکشن کو متنازعہ بنانے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ آپ ان بحری قزاقوں کے بیانات لکھ لیجئے۔ اگر یہ جیت جاتے ہیں تو الیکشن بالکل درست ہوا ہے اور اگر یہ شکست کھا جاتے ہیں تو بھرپور ظلم اور دھاندلی ہوئی ہے۔ لکھ چکا ہوں کہ ان لوگوں کو اندازہ ہو چکا ہے کہ اگر انکے پاس اقتدار کا ڈنڈا نہ ہو، تو یہ گھر سے باہر نہیں نکل سکتے۔ لوگ انکی زندگی حرام کر دیں گے۔ مثال لندن میں سامنے آئی ہے۔ لوگ "ایون فیلڈ کے محلات" کے سامنے جمع ہو کر ایسی ایسی

گالیاں نکال رہے ہیں کہ پورا خاندان، مین دروازے سے باہر نہیں نکل سکتا۔ آنے جانے کیلئے عقبی دروازہ استعمال ہوتا ہے۔ لندن میں قانون کی حکومت ہے۔ لہذا یہ لوگ کچھ نہیں کر سکتے۔ مگر پاکستان میں اقتدار کے سائے میں محفوظ ہو سکتے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح۔ یہ الیکشن دراصل ایک پورے سیاسی آرڈر کو تبدیل کر دیگا۔ یا پورا ملک دوبارہ ایک ذاتی جاگیریں تبدیل ہوگا جس میں صرف غلام ہونگے، کنیریں ہونگیں۔ فکری اختلاف پر لوگوں کو قتل کروایا جائیگا۔ ایماندار لوگوں کا جینا دوہرا کیا جائیگا۔ دعا ہے کہ پاکستان کی یہ شکل کبھی بھی سامنے نہ آئے۔ عدلیہ اور عسکری اداروں کو یہ تو نشانہ بنا ہی رہے ہیں۔ مگر انکے بین الاقوامی دوست، پاکستان میں الیکشن سے پہلے دہشت گردی کی بھرپور مہم چلا رہے ہیں۔ سراج رئیس کی شہادت اسکا واضح ثبوت ہے۔ ذرا اس مرد مجاہد کی زندگی پر غور کیجئے۔ سر سے پیر تک وطن کی محبت میں سرشار نوجوان۔ جس وقت کوئٹہ سے باہر کوئی شخص قومی پرچم لگا نہیں سکتا تھا۔ اس بہادر شخص نے گھر پر قومی جھنڈا لگائے رکھا۔ اس شخص نے ملک دشمن قوتوں اور ہندوستان سے برپا دہشت گردی کے اقدامات کی عملی سرکوبی کی۔ چند برس پہلے اپنے معصوم بیٹے کی قربانی دی۔ اس شہید بچے کی مرتے وقت عمر صرف چودہ برس تھی۔ اس بے باک مجاہد نے چودہ اگست کو مستونگ سے لیکر کوئٹہ تک پاکستان کا طویل ترین قومی پرچم بنایا۔ ہزاروں لوگوں نے اس مقدس جھنڈے کو اپنے ہاتھوں سے تھام کر ساٹھ سے ستر کلومیٹر کی ایک جاندار زنجیر بنائی، اور یہ قدم امر ہو گیا۔ یہ رئیس کی ہی تھا جس نے دہشت گردوں کے گٹھ جوڑ کو نیست و نابود کیا۔ پھر بھارتی جھنڈے پر کھڑے ہو کر تصویر بنوائی۔ تھائی لینڈ میں بہترین زندگی چھوڑ کر پاکستان آنے والا یہ مجاہد ہر طریقے سے قابل تعریف ہے۔ اس کی شہادت ایک پیغام ہے کہ ملک کو بچانے والے سپاہی موجود ہیں۔ اس طرح کے جان نثاروں کی موجودگی میں معاشی دہشت گرد اور بیرونی دشمن ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ ایک شہید کے خون سے ہزاروں نہیں لاکھوں پاکستانی جان نثار پیدا ہونگے۔ سراج رئیس کی واقعی پاکستان کا سپاہی تھا۔ جب تک ایسے عظیم لوگ موجود ہیں، پاکستان ناقابل تسخیر ہے۔ اطمینان رکھیے!

راؤ منظر حیات